آیت اللہ شہید ڈاکٹر بہشتی

توحید شناسی

توحید یعنی ہر جہت اور زاویہ سے خدا کو ایک سمجھنا وہ یکتا ہے وہی خالق ہے۔ وہی کائنات کے وسیع نظام کو حرکت دینے والا اور اسے منظم کرنے والا ہے۔صرف وہی عبادت کا پرستش کا سزاوار ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے اور بھی لاتعداد پہلوؤں سے وہ ایک ہے۔

قرآن حکیم کی اکثر آیتوں میں اللہ کی وحدانیت اس کی خلقت، اس کے امر یعنی نظام کائنات، اور عبادت کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔قرآن سب سے پہلے اس نکتہ کی جانب ہماری توجہات کو مرکوز کرنا چاہتا ہے کہ اس کائنات بسیط کا خالق اور اس کے نظام کو چلانے والی ذات ایک ہے۔ اسی کا حکم ہے جو سارے جہان پر جاری اور ساری ہے۔کائنات کی حکومت صرف ذات خدا کے لئے مخصوص ہے اور اسی لئے صرف وہی عبادت اور پرستش کا سزوار ہے۔

خلق وامر پر قرآن کی دلیل توحید:

قرآن اس منظم کائنات اور اس کے بے مثل ونظیر حسن اور ہم آہنگی کو خود اس کے خالق کے یکتا ہونے کی واضح دلیل شمار کرتا ہے اور ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اس دقیق ترین اور لامحدود نظام کی وسعتوں اور اس کے نظم وضبط پر غور کریں تا کہ ہم پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجائے کہ اس کا خالق اور محرک ایک ذات مطلق ہے۔ وہ تو ایک ہی معبود حقیقی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی رحمٰن ورحیم ہے۔ بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے میں اور جہازوں میں جو سمندر

میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں اور مال و اسباب لیکر اور پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا جبکہ وخشک تھی اور پھر ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید رکھا ہے، ان لوگوں کے لئے (توحید) کی دلیلیں ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہوں" قرآن ۲: ۱۶۳-۱۶۴)

دوسری تمام ایسی آیتیں ہیں جو مختلف پیرائے میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے نظام کائنات کو خالق کی وحدانیت کی دلیل کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

نظریہ شرک کا ابطال:

قرآن ذیل کے انداز میں نظریہ شرک کو باطل قرار دیتا ہے۔" اللہ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا اللہ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا۔ وہ ان تمام لوگوں کے شرک سے بالاتر اور منزہ ہے۔" قرآن ۲۳: ۹۱-۹۲)

اگر کائنات کے ایک سے زائد خالق فرض کئے جائیں تو انکا باہمی رشتہ ان تین میں سے کسی ایک حالت کے مطابق ہوگا:

۱۔ ان مختلف خداؤں کی مملکت کائنات کے مختلف حصوں میں الگ الگ اور آزادانہ ہوگی جنہیں (بفرض محال) انہوں نے خود خلق کیا ہے۔ اس صورت میں دنیا کے الگ الگ حصوں میں الگ الگ نظام ہوں گے جو ایک دوسرے سے یکسر جدا ہوں گے۔ مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کائنات میں صرف ایک ہی نظام ہے جو سب پر جاری ہے۔

۲۔ ان مختلف خداؤں میں ایک کی حیثیت سب سے بلند ہے اور وہی پورے نظام کو ہم آہنگی اور وحدت عطا کرتا ہے۔ اس صورت میں وہی ایک بزرگ و برتر ہی اصل حاکم ہوگا اور باقی دوسرے خداؤں کی حیثیت اس کے کارکنان کی ہوگی۔

۳۔ اس کائنات میں یہ سارے خدا مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق احکام صادر کرتے ہیں ۔ اس صورت میں یہ سارا نظام درہم برہم ہوجائے اور یہ دنیا مکمل طور پر بدنظمی کا شکار ہوجائے گی جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے:

اگر (زمین اور آسمان میں) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہوتا تو دونوں درہم برہم ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ مالک عرش ان امور سے پاک ہے جو لوگ بیان کرتے ہیں' (قرآن ۲۱: ۲۲)

اس طرح نظام عالم کی یگانگی اور ربط نظریہ شرک کو خود پوری طرح باطل قرار دیتا ہے جس کی ایک فرضیہ کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں۔

اس طرح یہ فرض کرلینا کہ دو یا دو سے زیادہ خدا ایک ہی قلمرو میں حکمرانی کریں گے اور ان میں کوئی اختلاف بھی نہ ہوگا، ایک خواب وخیال ہے ۔ یہ دوئی خود اس بات کی متقاضی ہے کہ ان میں کسی نہ کسی موقع پر اختلاف ضرور ہو۔

علل واسباب:

قرآن جو خلقت اور نظام کائنات کو توحید خالق کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے، نظام ہستی میں وجود اسباب وعلل اور ان کی حقیقت کا بھی انکار نہیں کرتا ۔قرآن کے مطابق:

"واللہ انزل من السماء ماء فاحیا بہ الرض بعد موتھا ان فی ذالک لایۃ لقوم یسمعون" اور اللہ نے آسمان سے (بادلوں کے ذریعے) پانی برسایا جس سے مردہ زمین پھر سے زندہ ہو اٹھی اور بے شک ان باتوں میں سامعین کے لئے بڑی نشانیاں ہیں (قرآن ۱۶: ۶۵) یہاں پانی کو زمین کے لئے حیات بخش وسیلے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

وجود اسباب وعلل کے حوالے سے قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دراصل اللہ ہی قادر مطلق اور خالق کائنات ہے ۔ وہ ہر شئی کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے مگر اس نے نظام کائنات کے لئے کچھ اصول وقوانین وضع کئے ہیں اس نے کچھ اشیاء کو دوسری اشیاء کے پیدا

کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور انہیں ان کے کام پر مامور کیا ہے۔ اس طرح پیدا کرنے والی اشیاء کا کام صرف اتنا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے کام کو انجام دیتے ہیں۔

سورج اپنی تمامتر قوت جاذبہ وکشش کے باوجود حکم الٰہی کا پابند ہے۔ زمین کی قوت کشش خود ایک بڑی طاقت ہے لیکن وہ بھی اس امر الٰہی کے سامنے سرتسلیم جھکائے ہوئے ہے۔ جو ایک چھوٹے پرندے کو بھی اتنی توانائی عطا کر دیتا ہے کہ وہ سطح زمین کو چھوڑ کر گھنٹوں فضا میں پرواز کرتا رہے۔

خدا: سبب ساز بھی سبب سوز بھی:

یہ بسیط نظام ہستی جو قرآن کی نظر میں بھی ایک قوی ترین نظام ہے اور جس کے نہ جانے کتنے ایسے رازھائے سربستہ ہیں جن پر سے پردہ اٹھنا ابھی باقی ہے۔ انسان اپنی فکر اور خداداد صلاحیتوں کے بھروسے پر اس نظام کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جس میں اسے تھوڑی بہت کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ نظام ہے ہی اتنا وسیع جس کی حدود کا اندازہ لگاتے ہوئے سیکڑوں انسانی پشتیں گزر گئیں۔ یہ علت ومعلول میں بندھا ہوا مضبوط نظام جسے خود خالق نے اس کے لئے وضع کیا ہے۔ خود خالق کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ قرآن کے مطابق خدا وند کریم جس نے کائنات کو قانون اسباب وعلل کے ذریعے حرکت دی ہے وہ خود ان قوانین کا محتاج نہیں ہے، بلکہ اس نے چند مواقع پر اس نظام فطرت کو خود توڑ کر بتایا کہ نظام اس کا محتاج ہے وہ خود اپنے بنائے ہوئے نظام کا محتاج نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا: **لوگوں نے کہا جلا ڈالو اسے اور اس نے خداؤں کا بدلہ لو اگر تم صاحب عمل ہو" مگر ہم نے کہا" اے آگ ابراہیمؑ پر سرد ہو جا مگر سلامتی کے ساتھ" ان لوگوں نے اس گزند پہنچانا چاہا مگر ہم نے ان کی تدبیریں ناکام کر دیں"** (قرآن ۲۱:۶۸-۷۰)

اس طرح اگر خدا چاہے تو اپنے ایک فرمان سے جس طرح اس نے ایک فرمان سے

اشیاء کو خلق کیا ہے، آگ سے اس کی حرارت چھین لے۔

آج انسان نے جب اپنے اندر اتنی توانائی پیدا کرلی ہے کہ محض ایک بٹن دبانے سے ، یا کسی الکٹرانک سگنل کے ذریعے وہ بارودی سرنگ یا مہلک بم کو ، جو اسی کی ایجاد ہے، پھٹنے سے روک سکتا ہے تو خدائے وحدہ لاشریک جس نے اس نظام کو خلق کیا ہے کسی شئی کو اپنے عمل سے کیوں نہیں روک سکتا ؟

معجزات:

ایک حساس انسان کے لئے جو تھوڑی سی بھی عقل وشعور رکھتا ہو معجزے کی فطرت کو سمجھنا مشکل نہیں ہے اگر وہ مادی اسباب وعلل اور اللہ اور اس کی قدرت کے باہمی ربط کو سمجھتا ہو۔ اسلامی آفاقیت کے مطابق معجزات کا وقوع پذیر ہونا عین ممکن بات ہے۔ اس کا قانون اسباب وعلل سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے جو یہ کہتا ہے کہ کوئی شئی بغیر علت کے ظاہر نہیں ہوئی کیونکہ معجزات کے پیچھے جو علت کارفرما ہوتی ہے اس کا نام ہے مشیت الٰہی۔ معجزات کا ظہور نہ صرف بطور کلی قانون اسباب سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا ، بلکہ بہ اعتبار علمی اور عملی بھی نظام علت ومعلول سے ناسازگار نہیں ہے۔ کیونکہ انسان سائنسی اور تجرباتی قوانین کی شناخت میں قوانین مطلق وبے استثنا کے انتظار میں نہیں بیٹھا رہتا۔ علوم جدید کے جاننے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ " قانون نسبیت تمام سائنسی قوانین میں شامل ہے۔

سائنسداں حضرات انہی نسبی قوانین کو اپنی تحقیق میں استعمال کرکے علمی اور تکنیکی نتائج حاصل کرتے ہیں ، جب تک کہ دوسری تھیوری انہیں باطل ثابت نہ کردیں ہم اپنی روز مرہ کی زندگی میں بھی کبھی ۱۰۰ فی صد یقین نہ ہونے کی وجہ سے کسی کام کو التواء میں نہیں ڈالتے۔

دنیا کے تمام ذی شعور انسان کاروں ، ریل گاڑیوں ، ہوائی جہازوں ، بسوں وغیرہ میں اکثر سفر کرتے ہیں جبکہ بھی یہ جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی ذریعہ ۱۰۰ فی صد یقین

کرنے کے قابل نہیں ہے، اچھی سے اچھی کار اور جدید سے جدید ہوائی جہاز بھی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں چاہے اس کے امکانات کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس کی وجہ سے انسان سفر کرنا چھوڑ دے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انسانی منصوبے کی بنیاد معمول کے حالات پر رکھتا ہے ایمرجنسی پر نہیں، خاص کر اس وقت جب کہ اس ایمرجنسی کے امکانات بہت ہی کم ہوں جیسے ایک فی ہزار یا اس سے بھی کم اسی طرح معجزات کا ظہور بھی شاذ و نادر ہی حکم الٰہی کے ذریعے ہوتا ہے جس کا تناسب عمومی حالات کے ساتھ بہت ہی کم ہوتا ہے۔ لیکن اس ایک استثنائی حادثے کی وجہ سے عام حالات میں جاری ہونے والے قانون اسباب کی اہمیت میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہیں ہوتی

موہوم اشیاء کو سبب نہیں سمجھنا چاہئے:

اسلام کی اہم ترین تعلیمات میں سے ایک یہ بھی کہ ہمیں کسی شئی کی علت اور اس کے اثرات کو جاننے کے لئے واضح علم اور روشن دلائل پر تکیہ کرنا چاہئے نہ کہ بے بنیاد وہم وگمان پر۔ توہمات پر ایمان انسان کو علمی اور صنعتی میدانوں میں کافی پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ علم طب میں یہ صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی طرح انسان کے اعمال اور مقدر پر آسمانی کروں کے اثرات پر ایمان رکھنا اور علم نجوم پر تکیہ کرنا انسان کی ترقی کی راہوں میں کئی طرح سے رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

قرآن صراحت کے ساتھ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنی تحقیق میں کبھی توہمت اور گمان پر بھروسہ نہ کریں بلکہ واضح اور یقین دلیل کو بنیاد بنائیں قرآن میں جن مقامات پر اس خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے وہ ذیل میں درج ہیں (سورہ نجم آیت ۲۸ اور ۲۳، سورہ بقرہ آیت ۳، سورۃ یونس آیت ۶۸، اور سورہ انعام آیت ۵۸)

دعا: اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دعا کو انسانی معاملات میں ایک موثر سبب قرار دیا ہے یعنی انسان کو بہ کمال خلوص اپنے خالق کی جانب توجہ کرنی چاہئے اور دعا کے ذریعے اس سے

امداد طلب کرنی چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ اللہ عالم مطلق ہے وہ کائنات کی ہر شئی سے باخبر ہے یہاں تک کہ دلوں کے راز بھی اس پر واضح ہیں مگر جس طرح نظام کائنات میں کچھ پانے کے لئے محنت کرنی ہوتی ہے اسی طرح بندے اور خالق کے رشتوں میں بھی یہی قانون کارفرما ہے۔قرآن کا ارشاد ہے:

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ کہئے) کہ میں قریب ہی ہوں۔ ہر درخواست کرنے والے کی عرض جو میرے حضور پیش کرے قبول کرلیتا ہوں ان کو چاہئے کہ میرے احکام قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد و فلاح حاصل کر سکیں گے" (قرآن ۲:۱۸۶)

دعا کے سلسلے میں اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اللہ کی مشیت میں بھی کوئی بدلاؤ ممکن ہے؟ اس نے ہمیں دعا کا حکم کیوں دیا جبکہ اس کی مشیت میں کوئی تغیر ممکن نہیں ہے؟

اسلامی طرز فکر کے مطابق اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ذات خدا ابدی ہے اسی طرح اس کی مشیت بھی ازلی و ابدی ہے جس میں کوئی تغیر نہیں، مگر اسی ناقابل تغیر مشیت نے یہ بات مقدر کردی ہے کہ کائنات کا ایک بڑا حصہ یعنی جہان طبیعی ہر لحظہ ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس کے اسباب اس کے پہلے کے عوامل ہوں۔ دعا ایک قسم کی سعی ہے جو انسان کے اعمال اور اس کے حالات کے بدلنے میں ایک کردار نبھاتی ہے اور یہ اسی ناقابل تبدیل ارادۂ الٰہی کے ذریعہ ہمارے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

یعنی ذات واجب ازلی ہے، اس کی مشیت اور اس کا علم بھی ازلی ہے۔ پھر بھی ہر آن نئے حالات وقوع پذیر ہوتے ہیں اور دعا ان میں سے کچھ کے واقع ہونے میں ایک موثر کردار ادا کرتی ہے۔'' اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان والے اور زمین والے مانگتے ہیں، اور ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے (قرآن ۵۵:۲۹)

اگر انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو اسے حالات سے گھبرا کر مایوس نہ ہوجانا

چاہئے اور نہ ہی اپنی کوششیں موقوف کرنی چاہئیں بلکہ خلوص دل کے ساتھ خدائے تعالیٰ کے حضور دست دعا بلند کرنا چاہئے کیونکہ اسے نہیں پتہ کہ کب اسکے حالات پلٹ جائیں جیسا کہ قرآن کہتا ہے "ہر لحظہ اس کے لئے ایک نئی شان ہے" اس کے بھی امکانات کافی روشن ہیں کہ کچھ نئے حالات پیدا ہوں اور اس کی پریشانی ختم ہوجائے۔

قرآن میں متعدد مقامات پر ایسے واقعات کا ذکر ملتا ہے جہاں ساری امیدوں کے برعکس حالات ایک دم بدل گئے او خدا کے نیک بندوں کے لئے سازگار ہوگئے جیسے جناب موسیٰ کا مدد مانگنا (سورہ طہٰ ۲۵ اور ۲۶) جناب ذکریا کا ایک بیٹے کے لئے دعا کرنا (سورہ مریم ا۔ ۹) اور مثالوں سے واضح ہے کہ قرآنی نقطہ نظر سے دعا بھی مختلف اسباب میں سے ایک موثر سبب ہے۔ جس طرح کارخانہ حیات میں خالق نے ہر مخلوق جیسے نور، حرارت، برق، کشش وغیرہ کے لئے ایک کردار معین کیا ہے جس طرح اس نے پیڑ پودوں اور کیمیائی مرکبات میں بیماریوں کے لئے شفا رکھی ہے اسی طرح اس نے خلوص دل اور پاک جذبہ سے کی گئی دعا کو انسانی خواہشات کو پورا کرنے کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ دعا کا اثر صرف نفسیاتی یا علامتی مان لینا ایک بھول ہوگی۔ یہ سچ ہے کہ دعا انسان کی بعض پژمردہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس کی قوت ارادی میں خاطر خواہ اضافہ ہوجاتا ہے مگر قرآنی طرز فکر کے مطابق دعا کے اثرات اس سے کہیں زیادہ دوررس ہیں۔ دعا بجائے خود قانو اسباب وعلل میں ایک آزاد ور موثر سبب ہے اور اسے محض نفسیاتی اثرات کے دایرے میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔

عبادت میں توحید یکتا پرستی:

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے، قرآن ہر چیز سے پہلے "یکتا پرستی" اور "عبادت میں توحید" کی اہمیت کا قائل ہے اور اسے توحید خدا کا ایک منطقی نتیجہ قرار دیتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا ہی اس نظام ہستی کو عدم کی گہرائیوں سے وجود کی سطح پر لانے والا ہے، اور وہی اکیلا

اس وسیع و عریض نظام کا ناظم بھی ہے جس میں کسی شئی کا اپنا آزادا کوئی کردار نہیں ہے ، دوسروں کا کردار اس ضمن میں صرف اتنا ہے کہ وہ اس کی دی گئی ذمہ داریوں کو بہ تمام و کمال ادا کریں۔ دنیا میں قوت اور توانائی کے جتنے بھی ممکن مصادر ہیں جیسے سورج ، چاند، نجوم سیارے، ابر ، ہوا، پانی، برق زمین ، جنات ، ملائکہ وغیرہ سب اسی کے زیر فرمان اور اس کے سامنے سرنگوں ہیں ۔ جب ہم اتنا کچھ جانتے ہیں تو پھر اس کے بعد کسی مخلوق یا بت اور تصویر کی گنجائش ہی کہاں بچتی ہے ۔قرآن کہتا ہے:

’’ اے لوگوں عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی کہ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ، شاید کہ تم متقی ہو جاؤ ۔ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے فرماش اور آسمان کو چھت قرار دیا۔ اور پھر آسمان سے پانی برسایا جس کے ذریعے اس نے (مختلف) پھلوں اور غذاؤں کو تمہارے لئے پردہ عدم سے نکالا ، تو اب اللہ کے مقابل کسی شئی کو مت ٹھہراؤ اور تم سمجھے بوجھتے ہو۔‘‘ (قرآن ۲: ۲۱ ۔ ۲۲)

’’ اور ان لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے، حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلا سند تلاش رکھی ہیں ۔ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کے اولاد کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی زوجہ نہیں ہے ، اور اسی نے ہر شئی کو پیدا کیا اور وہ ہر شئی کو خوب جانتا ہے یہ ہے تمہارا رب ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر شئی کا پیدا کرنے والا ہے تو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر شئی کا کارساز ہے‘‘ (قرآن ۶: ۱۰۱ ۔ ۱۰۳)

’’ اور منجملہ اس کی (قدرت اور توحید کی) نشانیوں کے لئے رات اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے پس تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اور صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب نشانیوں) کو پیدا کیا۔‘‘ (قرآن ۴۱: ۳۷)

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خدائے تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی (خدائی کا) شریک قرار دیتے ہیں اور انسے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے اور جو مومن ہیں انہیں اللہ سے قوی محبت ہے۔" (قرآن ۲: ۱۶۵)

اگر عبادت اور تسلیم مدد طلب کرنے کے معنی میں ہے تو یہ بھی اللہ ہی کا حق ہے کیونکہ وہی مخلوق کی حاجتوں کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

"کہئے: کیا ہم اللہ کے سوا (اوروں کو) پکاریں جو نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان" (قرآن ۶: ۱۷۱)

اگر ایک وجود ناقص کی شیفتگی اور شیدائی کسی وجود کامل کے جلال، وکمال، وجمال کے لئے ہو تو بھی یہ صرف ذات خدا کے لئے مخصوص ہے کیونکہ وہی اس عشق ومحبت کا حقیقی سزوار ہے۔

تسلیم واطاعت میں توحید:

قرآن کے نقطہ نظر سے اطاعت دو قسم کی ہیں۔

۱۔ اطاعت جو مکمل تسلیم اور غیر مشروط سپردگی کی صورت میں ہو۔ قرآن کے تصور توحید کے مطابق اس طرح کی اطاعت جو درحقیقت "عبودیت" ہے، صرف ذات خدا سے مخصوص ہے اور اس کے سوا کوئی اس کا سزاوار نہیں ہے۔

۲۔ ایسے لوگوں کی اطاعت جو ہم پر حق برتری رکھتے ہیں اور جن کی اطاعت خود ہمارے یا معاشرے کے لئے سودمند ہو۔ پیغمبرؐ امام اور ان کے نمائندوں کی اطاعت اسی زمرے میں آتی ہے۔ یہی حال ماں باپ کی اطاعت کا ہے۔ مگر اس قسم کی اطاعت مشروط نوعیت کی اطاعت ہے۔ یعنی دوسروں کی اطاعت صرف اسی وقت تک ہے جب تک وہ اصول عدل اور حکم الٰہی کے مطابق ہو اور حدود سے تجاوز کی مانگ نہ کرے۔ انسان کو ان احکام کو حکام سے ہرگز قبول نہ کرنا چاہئے جو قانون شریعت اور حکم الٰہی کے مخالف ہوں۔ البتہ نبی اور امام کے لئے چونکہ یہ پہلے سے ثابت ہے کہ وہ معصوم ہیں اور کوئی حکم شریعت کے خلاف

نہیں دیں گے۔ اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

توحید اجتماعی:

عبادت اور اطاعت میں توحید کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مومنین اپنے تمام دینی والہی مسائل میں حکم الہٰی اور "وحی الہٰی" کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ ان کی ہمبستگی اور اتحاد کو باقی رکھنے اور فرقہ بندی کا شکار نہ ہو جانے کی غرض سے ان کو ضمن میں کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ قرآن اس سلسلے میں یہ فرماتا ہے:

"اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اس کے موافق حکم کیا کریں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کیئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور س سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر انکی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا لیکن (ایسا نہیں کیا) تا کہ جو دین تم کو دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرمائے تو مفید باتوں کی طرف دوڑو تم سب کو خدا کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو بتلا دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور (ہم مکرر حکم دیتے ہیں) کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے اور ایسے بہتر کاموں کے لئے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی ہلا نہ دیں پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں پر ان کو سزا دے اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی کے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پھر کیا زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور یقین رکھنے والوں کے نزدیک اللہ

سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہوگا۔'' (قرآن ۵: ۴۷-۵۰)

ان آیتوں میں اسی بات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ خدا پرستوں کو بیکار اور بے معنی جھگڑوں اور فساد سے بچتے ہوئے وحی الٰہی کے مطابق اپنے لئے خیروسعادت کی تلاش کرنا چاہئے اور اسے پانے میں ہرگز دیر نہ کرنی چاہئے تمام آسمانی مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تضاد وتفرقہ کے بجائے باہمی ربط ہونا چاہئے۔ رہا یہ سوال کہ کیا صحیح ہے کیا غلط تو اس کا فیصلہ وحی الٰہی پر چھوڑ دینا چاہئے، اگر اس کی تفسیر میں کوئی اختلاف ہو تو اسے اس دن کے لئے اٹھا رکھنا چاہئے جب خدائے تعالیٰ خود حق سے پردہ اٹھائے گا اور ہر اختلاف ختم ہوجائے گا۔ خدا پرستوں کے درمیان اتحاد کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ پھر تمام انبیاء کے پیروکار بلکہ وہ بھی جو اسی نبی کے پیروکار ہیں اور اسی کتاب کے ماننے والے ہیں مگر مختلف نظریات رکھتے ہیں سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائے گے اور وحی الٰہی کا نور مدھم پڑ جائے گا۔

اس طرح قرآن اللہ کی توحید کو اس پورے نظام کی بنیاد سمجھتا ہے اور فرقہ وارانہ اختلاف کو کجروی بتاتا ہے۔ وہ تمام مذہبی اختلاف کو روح توحید کے منافی شمار کرتے ہوئے اسے معاشرے کے اتحاد کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں صرف علمی مباحث، جو ہر طرح کے ذاتی تعصب سے پاک ہوں کی اجازت دی گئی ہے۔

☆☆☆☆